خطابت وبیعت کا ناقدانہ جائزہ

مولانا محمد اسحاق رضوی مصباحی

زیرنظر مضمون ہندوستان کے ایک دردِ دل رکھنے والے عالم دین نے تحریر کیا ہے۔ ہمارا خیال تھا کہ پاکستان کے سنی عوام، مقررین اور واعظین کا حال پتال ہوتا جارہا ہے مگر معلوم ہوا امّ پاکستان (الہند) کا حال ہی کچھ ہمارے حال سے مختلف نہیں۔ بہرکیف یہ صورت حال نہایت گھمبیر ہے اور علماء کرام وزعماءِ ملت کو دعوتِ فکر دے رہی ہے کہ اس کا تدارک انہی کی تدبیر کا مرہونِ منت ہے۔ (مجلس ادارت)

اے پیر حرم رسم و رہِ خانقہی چھوڑ
مقصود سمجھ میری نوائے سحری کا

خطابت اور طریق بیعت دونوں تبلیغ دین کا اہم وسیلہ ہیں۔ عام مسلمانوں سے آج بھی ان دونوں طریقوں سے ہی رابطہ ہوتا ہے اور مسلمان اپنے خطیب اور اپنے مرشد پر اعتبار کرتے ہیں۔ پہلے دور سے ہی اس کی اہمیت رہی ہے۔ خود سرکار ابد قرار علیہ التحیۃ والتسلیم کو بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی مبارک زبان سے خطابت کی قوت عطا فرمائی تھی، پھر خلفاء مسلم بادشاہ اور انقلاب انگیز شخصیتوں نے اس کا سہارا لیا اور اب بھی تمام مسلمانوں کو تعلیم دین، اصول اسلام اور عصری تقاضوں سے واقف کرانے کا ذریعہ ہے اور اسی طریقہ سے بزرگانِ دین اپنی خانقاہوں میں سلسلۂ بیعت کے ذریعہ دلوں کو صاف کرتے اور روح کو جلا بخشتے رہے ہیں۔ یعنی تقریر اور بیعت کا اہم مقصد مسلمانوں کو اسلام کی روح سے بہرہ ور کرنا ہے۔ آپ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ بیعت اور خطابت سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کیا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ دونوں کام درس وتدریس سے بھی زیادہ اہم ہیں اور ان میں خود کو جو شخص لگاتا ہے، ضروری ہے کہ وہ اسلام پر مکمل عامل ہو، اہل علم میں سے ہو۔ اگر علم نہیں ہوگا تو وہ کبھی درست تقریر نہیں کرسکتا اور اگر عمل نہیں ہے تو اس کی تقریر وبیعت کا کوئی فائدہ ہی نہیں، بلکہ زبردست نقصان ہوگا کہ عوام اس کو دیکھ کر ہر برے عمل پر جری ہوں گے۔ تقریر کیلئے ضروری ہے کہ پہلے علم دین اس کے اصلی سرچشموں سے حاصل کیا جائے۔ یعنی کتاب اللہ

☆ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

اور سنت کو عربی زبان کے ذریعہ ہی سمجھے اور اس کا مطالعہ تفسیر و حدیث شریف پر محیط ہو، ساتھ میں اس کو زبان پر قدرت اور مہارت ہو، زمانے کی نبض شناسی کی صلاحیت ہو، تاکہ مناسب وقت مناسب مشورہ دے سکے اور حق گو ہو کہ ظالم و جابر کے سامنے کلمۂ حق سے باز نہ رہ سکے۔

یوں ہی خانقاہوں میں بیعت کرنے والوں کے لئے بھی یہ اوصاف ضروری ہیں، پھر اس کام سے صرف رضائے الٰہی اور تبلیغ دین مقصود ہو کہ آخرت کے اجر کا حق دار ہو سکے۔

یوں ہی اگر کوئی مسلم سیاسی طور پر مسلمانوں کی رہنمائی کا دعویٰ کرے اور تقریر سے مسلمانوں کو سیاست کے میدان میں مشورہ دینا چاہے تو اس کو ان اوصاف سے پورے طور پر نہ سہی مگر کم از کم سچائی، نیک نیتی اور اسلام کے مزاج سے واقف ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ قوموں کی ہدایت ایک امانت ہے اور اس امانت کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں، جو لوگ ان تقاضوں کو پورا نہیں کرتے وہ امانت کے ضائع کرنے والوں میں سے ہیں۔ مگر آج کل جو مقررین، بیعت کرنے والے اور سیاسی خطیب قوم کے سر پر سوار ہیں وہ اس تقاضے کو کتنا پورا کر رہے ہیں۔

ان مقررین میں جو علماء باعمل ہیں، حق پر ہیں کہ صرف ان کو ہی تقریر کا حق پہنچتا ہے اور جو علماء صدق دل سے اسلام کی خدمت کر رہے ہیں انہیں کو بیعت و خلافت کا بھی استحقاق ہے۔ باقی ۹۵ر فیصد کا حال نہایت ابتر ہے۔

آج برصغیر میں اسلامی جلسوں کا رواج بھی ہے، شوق بھی ہے اور اس کے لئے واعظانِ قوم کی ایک بڑی فوج بھی ہے۔ جلسے کیسے ہوتے ہیں، کسی بزرگ کا عرس ہوتا ہے، اس میں پہلے روز یا آخری روز مولانا صاحب کی تقریر ہوتی ہے اور باقی ایام صدائے چنگ و رباب اور زور قوالی۔ کسی مدرسہ کا جلسۂ دستار ہوتا ہے تو تقریر کا پروگرام ہوتا ہے، یا کوئی خوش بخت خوش حال اس دارِ فانی سے کوچ کر جاتا ہے تو اس کے تیجے سے لے کر برسی تک کوئی پروگرام ضرور ہوتا ہے اور اگر وہ جانے والا مال دار ہے تو اس کے پیر و مرشد اس کی فاتحہ میں ضرور تقریر کرتے ہیں، باقی جلسے ایامِ اسلام پر یادگار کے لئے ہوتے ہیں۔ گیارہویں شریف، ربیع الاوّل شریف، شب معراج، ۱۵ر شعبان۔ بہر حال جلسوں کے اتنے اسباب ہیں کہ کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی پروگرام ضرور منعقد ہوتا ہے اور کچھ مقررین حضرات کو ایامِ محرم شریف میں فرصت آرام بھی نہیں ملتی۔

کچھ حضرات جو قوم کا سودا کرنے میں تجربہ کار ہو چکے ہیں، عام انتخابات کے موقعوں پر

اچھے داموں مجلس خطابت وحمایت گرم کرتے رہتے ہیں۔

کچھ خانقاہوں میں بڑے عرس منعقد ہوتے ہیں اور فیض بزرگاں حاصل کرنے والوں کا ایک سیل رواں در و دیوار خانقاہ میں موجود ہوتا ہے۔ ایسے موقعوں پر مقررین حضرات صاحب سجادہ کے وسیلہ سے اپنی پہچان کراتے ہیں تا کہ قوم مسلم ان سے آشنا ہو جائے اور پھر کامیاب نذرانہ سے پورے سال بہرہ مند ہوتے رہیں۔ خانقاہی جلسوں میں تقریر کا موضوع کوئی بھی ہو، صاحب سجادہ کو کراماتی شخصیت ثابت کرنا اکثر مقررین کا فرض اوّلین ہوتا ہے اور صاحب سجادہ چاہے کسی بھی درجہ کے ہوں، مخدومِ علماء ان کو ضرور بنایا جاتا ہے۔ اگر کوئی خانقاہ کا فرد ہے، چاہے وہ کتنا ہی گیا گزرا ہو، وہ رونقِ اسٹیج ضرور ہوتا ہے اور اس کو وسیلۃ المؤمنین کا مرتبہ ضرور دیا جاتا ہے۔ اگر کسی مدرسہ کی دستار کا جلسہ ہے تو ادارے کے ناظم کا نام مصلحین قوم، رہنمائے ملت، قائد قوم اور مدبرانِ علم وحکمت میں لکھ دیا جاتا ہے۔

ایامِ مشہورہ پر منعقد جلسوں میں ایسی فضیلتیں سنائی جاتی ہیں، ایسی کرامتیں پیش کی جاتی ہیں کہ سامعین کو اپنی نجات کا پورا بھروسہ ہو جاتا ہے اور وہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم اس کارِ خیر میں شریک ہو گئے کہ چنیں فضیلتے دارد اب ہم کو کسی گناہ سے کیا خوف۔

ان جلسوں میں حاضر ہونے والے سامعین، عوام ہی ہوتے ہیں اور وہ بے چارے علمِ دین سے بالکل کورے ہوتے ہیں۔ ان میں سے ۹۹ فیصد کو ضروریات دین سے بھی واقفیت نہیں ہوتی ہے اور وہ، واہ واہ کے نعروں میں خوش ہو کر واپس چلے جاتے ہیں۔ اور مقررین کا حال یہ ہے کہ خاص خاص واقعات ترتیب دیئے اور اسٹیج پر وہی ایک راگ الاپنا شروع کر دیا، چیخ و پکار، شور وشرابا، زورِ بیان، روانی اس قدر کہ بولنے والے کا حال تو اللہ جانے، سننے والے کے پسینے چھوٹ جاتے ہیں۔

اختتامِ جلسہ پر نذرانہ میں تنازع، کھینچ تان، کوئی مولانا صاحب ناراض، کوئی شاعر و نعت خواں غصہ میں لال پیلے۔ غرض جتنا شور تقریر میں اس سے کہیں زیادہ قبول نذرانہ میں۔

بیشتر مقررین حضرات کا مبلغ علم یہ ہے کہ نہ عبارت درست نہ معلومات عامہ تک رسائی، نہ کسی واقعہ کی صحت کی پروا۔ دھنا دھن چلے جا رہے ہیں بولتے۔ نہ حذف و ذکر کا پتہ نہ اردو میں سلاست نہ مقامات واحوال کی رعایت، نہ سامعین کی ضرورت پر دھیان۔

سنی عوام کا مزاج اس حد تک بگڑ گیا ہے کہ ضرورت واصلاح کی تقریریں سننے کو تیار نہیں۔

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

کراماتی قوم، کراماتی خانقاہ، کرامتی پر کرامتی مقرر اور کرامتی تقریر ہی ان کو چاہیئے۔ جب تک تقریر کے واقعات دو چار مردے زندہ نہ کریں، چاند اور سورج کو مٹھی میں بند نہ کریں، طوفانوں کو ایک پھونک میں روک نہ دیں، زمین کی طنابیں نہ سمیٹ دیں، بغیر تیل کے موٹر نہ چلا دیں، بغیر پڑھے علامہ نہ بنا دیں سامعین کو لطف ہی نہیں آتا۔ کوئی عالم باعمل کتنے ہی وثوق سے اصلاح پیش کرے۔ اس بے چارے نے ابتداء کی، سامعین نے کھسکنا شروع کر دیا۔ جیسے ہی کوئی جاہل مقرر مضبوط گلے والا آیا اور کسی شاعر نے سر نکالا سامعین دوبارہ نشستوں پر آ جمے۔ گویا اب جلسے بھی صرف تفریح طبع کا سامان ہو گئے۔ لوگ سوچتے ہیں سیر کو نہ گئے جلسہ میں آ گئے، مزہ تو آ ہی جائے گا۔

چند بزرگوں کو چھوڑ دیں تو کوئی مقرر آج تبلیغ دین کا جذبہ لئے نظر نہیں آتا۔ بازاری انداز، سوقیانہ کلمات، بار بار سامعین کی داد کی طلب، (کہو سبحان اللہ...... ذرا زور سے کہو سبحان اللہ۔۔ اور زور سے کہو سبحان اللہ......) جلسہ کمیٹی کی تعریف اور بڑے بڑے نذرانے کی جدوجہد ان کا مقصود دل ونظر ہے۔

قوم جہالت میں غرق، سیاست میں درماندہ، غربت کا شکار، دینی معلومات سے الگ تھلگ۔ ان کو دین کے بنیادی مسائل کی ضرورت ہے، سیاسی رہنما کی ضرورت ہے، ملک میں جائز جدوجہد کے راستوں کی حاجت ہے، مگر واعظ قوم کو اس کی کچھ پروا نہیں۔ نہ علم پر زور نہ عمل کی تقریر نہ دینی ابتدائی معلومات کی فراہمی۔ تقریر قوم کو بیدار کرنے کے واسطے ہوتی ہے، حالات سے باخبر کرنے کو ہوتی ہے، اچانک افتاد سے مسلمانوں کو واقف کرانے کے لئے ہوتی ہے، بے عملوں کو راہِ عمل دکھانے کے لئے ہوتی ہے، جاہلوں کو بنیادی عقائد و مسائل سکھانے کے لئے ہوتی ہے، مگر آج یہ سب کچھ غائب ہے۔ بس رٹی رٹائی تقریریں ہیں، شور وغوغا ہے۔ مقررین کی اس جہالت و بدآموزی کی وجہ سے وہ طبقہ جو تھوڑا بہت دینی شعور رکھتا ہے، کچھ جدید علوم سے خبر رکھتا ہے، ایسی بے ہودہ تقریروں سے بددل ہو چکا ہے اور سمجھ دار عوام تک ایک ہی بات کو ایک ہی طرح کی کرامات کو سنتے سنتے اوب چکے ہیں۔

مقررین کی اس دولت اندوزی کو دیکھ کر مدارس کے طلبہ بھی اب یہی چاہتے ہیں کہ جلد سے جلد مقرر ہو جائیں اور وہ دیکھتے ہیں کہ فلاں مقرر صاحب اقتصادی طور پر معمولی تھے، آج وہ کوٹھی میں براجمان ہیں۔ کوٹھی بھی ایسی کہ کیا کسی عیاش کی ہوگی۔ وہ دیکھتے ہیں کہ فلاں مولانا صاحب جب

☆ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۶۴ ہجری اور سن وصال ۲۴۱ ہجری ہے ☆

پڑھاتے تھے تو وہ سادہ سے مکان میں رہتے تھے، خالی چلتے تھے، آج تقریر کی بدولت لاکھوں کا عیش ہے۔ بچے بھی مولانا صاحب کے سینٹ پال میں اور لڑکی سینٹ میری اسکول میں زیر تعلیم ہیں۔ مقررین کی اس دنیاوی روز افزوں ترقی پر طلبہ عش عش کرتے ہیں اور جلد سے جلد تقریریں رٹ کر مقرر بننے کو تیار رہتے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں، یا تو پیر بننا چاہئے یا پھر مقرر۔

بات دوستو یہ نہیں کہ تقریریں نہ ہوں اور سلسلۂ بیعت نہ رہے، بلکہ اس پر بات ہے کہ یہ دونوں سلسلے اپنی اصلی صورت پر ہیں یا نہیں۔ خطابت دینی کے جو مقاصد تھے وہ آج کی تقریر پورا کررہی ہے یا نہیں۔ عوام کی رہنمائی کرنے اور **امر بالمعروف ونہی عن المنکر** کے فریضہ کے لئے جو شرائط لازم تھے، آج کے مقررین میں وہ پائے جاتے ہیں یا نہیں۔ اگر مقرر کا مقصد نیک ہے تو خود مقرر بے نمازی کیوں، زکوۃ خور کیوں، نذرانہ پر جھگڑا کیوں، فساق کی تعریف کیوں اور ان کی تعظیم کیوں۔ قوم کی اصلاح اگر مقصود ہے تو مقرر خود بے عمل کیوں۔ خود مقرر صاحب تقریر سے گھربار چلائیں اور اپنے بچوں کو پورے طریقے سے مغربی طرز پر تعلیم وتربیت دیں۔ باپ مقرر، بیٹا مکمل مغربیت کا نمائندہ کہ بیٹے کو کلمہ اور نماز تک یاد نہیں۔ آخر یہ لچھے دار تقریریں، نصیحتیں، یہ جبہ ودستار، یہ بیعت ودست بوسی کا سلسلہ بے کنار کس کام کے لئے، کیا یہ ایسے لوگ اس وعید میں داخل نہیں۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ

(سورۂ بقرہ پارہ ۱، رکوع ۵، آیت ۴۴)

کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو۔ (ترجمہ رضوی)

ایک طرف تو دین کی رہبری کا ٹھیکہ اور دوسری طرف ہر برائی میں دنیا داروں سے دو قدم آگے۔

کہاں واعظ، کہاں مے خانے کا دروازہ غالب
پر اتنا جانتے ہیں کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

(غالب)

مرید سادہ تو رو رو کے ہوگیا تائب
خدا کرے کہ ملے شیخ کو بھی یہ توفیق

(اقبال)

جاہل مقررین، بدآموز خطیبوں کی اس فوج سے قوم کو بے پناہ نقصان تو ہو ہی رہا ہے۔

مفکرین حضرات، علمائے حق اور مخلص رہنما اسٹیج سے دور ہوتے جارہے ہیں۔ عوام کو پتہ ہی نہیں کہ کس کی تقریر سود مند ہوگی اور کس کی نہیں۔

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوۂ اہل نظر گئی (غالب)

بزرگوں نے، علماء نے فتویٰ دیا کہ جاہل کو تقریر حرام، بدعمل کو ناسزاوار اور دنیادار کو بے کار اور ناتجربہ کار کو دشوار، مگر وقت ہے کہ کس حد تک بگڑے گا۔ ہر سال کئی جہال، بداعمال، سروں پر رنگ برنگے عمامے باندھ نئے سے نیا قوم کے سر پر سوار ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور سب کو اس آفت سے نجات عطا کرے۔

تقریر کی صفت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے:

اس کے حوالے سے بزرگوں کی نصیحتیں دیکھیں:

امام غزالی علیہ الرحمۃ نے احیاء العلوم میں ایک باب نہی عن المنکر اور امر بالمعروف کے سلسلے میں کافی تفصیل سے تحریر فرمایا اور عزلت وخلوت کے احکام بھی ذکر کئے ہیں، وہیں آپ نے نصیحت کے بارے میں سمجھایا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ جس کو نصیحت کی جارہی ہے اس کے حال سے ناصح کو باخبر ہونا ضروری ہے۔

اگر بدعمل ہے تو خوف دلانا چاہئے یعنی خوف کے واقعات، عذاب کی تفصیل اور اگر باعمل ہے مگر امید کا دامن ہاتھ سے جارہا ہے تو آیات رجا اور رحمت وفضائل سے نصیحت کی جائے۔ اگر اس کا عکس کر دیا تو پس یہ ایسا ہی ہے جیسے گرم مزاجوں کا علاج شہد سے اور سرد مزاجوں کا علاج مبردات سے کہ مرض میں اضافہ ہی ہوگا۔

آج یہ بات ہمارے سامنے ہے، ہماری قوم میں نماز سے غفلت، فرائض سے کوتاہی، شاید اسی فضائل خوانی سے ہوئی ہے، کیونکہ یہ فضائل کی تقریریں ان کے مرض کے لئے دوا نہ تھیں۔ دوست بات صرف تنقید کی نہیں ہے۔ تمام ہند میں خاص کر شمال میں فرائض کی طرف سے غفلت حتیٰ کہ طلباء وعلماء کہلانے والوں میں یہ خطرناک حد تک آ گئی ہے۔ اس کا محاسبہ ضروری ہے۔ دین اصولاً صحت عقائد اور فرائض پر قائم ہے۔ اس سے غفلت ہے تو یا تو منافق ہے یا بے راہ۔ اور ایسوں کو مکمل

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت ہی کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے ☆

مؤمن کہلانے کا حق نہیں تا کہ وہ ہر اسٹیج پر تقریر کریں، بیعت کریں، مسلمانوں کے ترجمان بنیں۔ اف اور تف ایسے اوباشوں پر۔

کسی علم سے واقفیت نہیں، پیر کے گھر پیدا ہوئے، حلقۂ مریدان نے گھیر لیا مسلمانوں کے ترجمان بن گئے، کبھی اس پارٹی کے ہاتھوں بیچ دیا قوم کو، کبھی اس پارٹی کے ہاتھوں۔ پیر جاہل، مرید جاہل۔ اب کسی عالم باعمل نے متنبہ کیا تو اس کی خیر نہیں۔ مریدیوں نہ مانیں کہ پیر صاحب کے خلاف ہے، پیر یوں نہ مانیں کہ کاروبار ٹھپ ہو جائے گا۔ اس حال کو اکثر پیروں سے مل کر جان سکتے ہیں اور بدعمل بھی کرتے ہیں اور ساتھ ہی اس پر دلیل بھی لاتے ہیں۔ حد ہے ان کی جرأت کی۔ یوں ہی اپنا تمام فسق طرح طرح کے حیلوں سے چھپاتے ہیں اور بعض تو اختلاف فقہاء سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور کچھ مقررین و پیر حسب ونسب سے کیا کیا پاتے ہیں۔ حالانکہ قرآن فرماتا ہے:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ۔

(سورۂ حجرات، پارہ ۲۶، رکوع ۱۴، آیت ۱۳)

بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔ (ترجمہ رضوی)

فاسق کی تعظیم صراحۃً حرام ہے کہ کسی کو کلام نہیں۔ فسق صرف کسی ایک برائی میں محدود نہیں۔ فرائض کا ادا نہ کرنا فسق ہے، تمام حرام کاموں کا ارتکاب فسق ہے۔ کیا وہ لوگ جو قوم کو جھوٹے قصے سناتے ہیں اور ان سے نذرانہ وصول کرتے ہیں، فاسق نہیں؟ کیا وہ لوگ مستحق زکوٰۃ میں سے نہ ہو کر بلاحساب مدرسوں کی زکوٰۃ نگل جائیں، فاسق نہیں؟ کیا وہ لوگ جو روزانہ تقریریں کریں اور تنخواہ پوری وصول کریں، فاسق نہیں؟

ایک خطیب جب منبر پر ہوتا ہے، قوم کا رہنما ہوتا ہے، اسلام کا ترجمان ہوتا ہے، وہ فقیہ و مفسر ومحدث کے منصب پر ہوتا ہے، اس کی زبان پر ہر ایک کا کان اور ادا پر ہر ایک کی نظر ہوتی ہے، اتنا اہم منصب اور جاہل و بدعمل قابض۔ علمائے حق ہیں کہ یوں ہی کہیں دعا و برکت کے لئے بلائے جائیں تو بلائے جائیں ورنہ اصل کام تو ان تمساح صفت سیاسی مقررین کا ہے۔

جاہل کو علم کی ضرورت ہے، عالم کو عمل کی، عالمِ باعمل کو اخلاص نیت کی، مُخلصین کو اجتہاد کامل کی، کاملین کو صبر کی، صابرین کو رضا کی۔ تب کہیں منصب ہدایت کے لائق ہوتا ہے انسان۔ اور

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

آج کا زمانہ ہے۔ بے علم رہنما بنے پھرتے ہیں۔ بے عمل قائد ہوتے ہیں، جن میں اخلاص کا نام نہیں، محسنِ قوم کہلائیں، صبر ورضا سے کام نہیں، وہ ولایت ہدایت وخلافت بانٹیں۔

ان غریب مسلمانوں کا استحصال نہ کیجئے، اپنے احوال پر نظر کیجئے، اپنی نیتوں کا جائزہ لیجئے۔ اگر تقریر سے ہی بچے پالنا ہے تو کچھ ایسا ہی کر دیجئے کہ آپ کو آخرت میں نہ سہی قوم کو تو کم از کم کچھ فائدہ مل جائے کہ ہر جلسے میں پچاسوں ہزار اور پورے سال میں ۲/ارب روپے سے زیادہ جلسوں میں خرچ ہو جاتے ہیں۔ کچھ نہ سہی اسٹیج پر سچ ہی بول دیجئے۔ حدیث شریف اور قرآنِ مجید کے بیان پر اتنا رحم کیجئے کہ اس کو جیسا ہے ویسا ہی پڑھ دیجئے، اس میں خواہ مخواہ اضافے نہ کیجئے، جن کو آپ وقت کھینچنے اور جذبات سے کھیلنے میں کرتے رہتے ہیں۔

تھوڑے بہت سچے مرشد اور علمائے حق موجود ہیں، ان کو قوم تک آنے دیجئے۔ کم از کم ان کا تعارف کرا دیجئے کہ قوم اس چراغِ سحری سے دو چار دم روشنی حاصل کرے، ورنہ اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔

میں ایک ایسے مقرر کو جانتا ہوں جو وزارت کی کرسی تک دوشِ خطابت پر آئے ہیں۔ انھوں نے بابری مسجد کی شہادت سے پہلے لاکھوں کے ایک مجمع میں دعویٰ کیا کہ اگر بابری مسجد کی طرف کوئی ہاتھ بڑھے گا تو میں اور میرا بیٹا پہلے قربان ہوں گے۔ آج بابری مسجد کی تیرہ برسی ہو چکی ہیں اور وہ مقرر مع اپنے فرزند ارجمند کے پہلے سے زیادہ تندرست اور باوقار ہیں۔ ایک مقرر صاحب جو جنگ عراق سے قبل، جب کہ اتحادی عراق سے کویت کو آزاد کرانے کے لئے صف بندی میں مشغول تھے، وہ مقرر صاحب پورے ہندوستان میں اس مدعیٰ سے جلسوں میں مصروف تھے، اکثر جلسوں میں سامعین کا کرب پہچان کر فرماتے کہ اگر کسی نے عراق کی طرف نظر اٹھائی تو ہم چاہے امریکہ ہو، اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ وہ مقرر صاحب اس جنگ عراق کے بعد پہلے سے زیادہ مطمئن نظر آتے ہیں۔ مقصد تھا مسلمانوں کا استحصال، جذباتی مسائل پر پبلک کو جمع کر کے اپنی طاقت دکھانا، نذرانہ وصولنا۔

للہ اس قوم پر رحم کیجئے جو صدیوں سے استحصال کا شکار ہے۔

(بشکریہ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور انڈیا، مارچ ۲۰۰۶ء)

علم وفن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں (محدث ابوزرعہ)